تسہیل المواعظ

از: مولانا انوار الحق صاحب مرحوم امروہی رحمہ اللہ

قرآن کے حقوق

بعد نظر اصلاحی: حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ

اس تسہیل المواعظ کے متعلق حضرت حکیم الامتؒ کا ارشاد

احقر کا مشورہ ہے کہ مثل بہشتی زیور کے کوئی گھر اس سے خالی نہ رہنا چاہیے اس کا نفع گھر والوں کی درستی میں بہت جلد آنکھوں سے نظر آجائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

ناشر: انجمن احیاء السنۃ (رجسٹرڈ)
نفیر آباد ○ باغبانپورہ ○ لاہور پوسٹ کوڈ: 54920
فون: 6551774 - 042-6861584

زیر سرپرستی یادگار خانقاہ امدادیہ اشرفیہ
بالمقابل چڑیا گھر ○ شاہراہ قائد اعظم ○ لاہور- 54000
پوسٹ بکس نمبر 2074 فیکس: 042-6370371 فون: 042-6373310
E-mail: khanqahlhr@hotmail.com
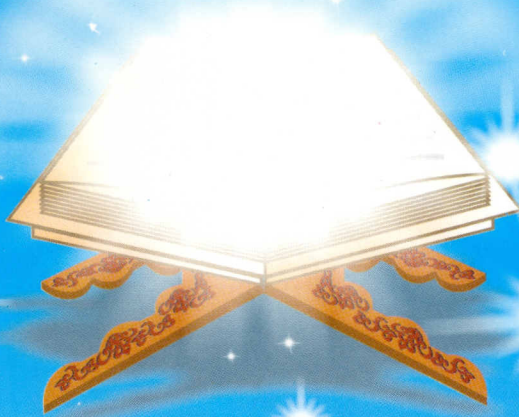
وعدۂ غلبہ ہے مومن کے لئے قرآن میں
پھر جو تو غالب نہیں کچھ ہے کثر ایمان میں
ہو جو ایماں کا اثر اعضا میں دل میں جان میں
حسب قرآں سب سے اعلیٰ تو ہی پھر ہو شان میں
مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

قرآن کے حقوق

تسہیل از

مولانا انوار الحق صاحب مرحوم امروہی رحمۃ اللہ

واعظ۔ اصلاحی نظر

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی صاحب نور اللہ مرقدہ

ناشر: یادگار خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ پوسٹ بکس نمبر 2074
بالمقابل چڑیا گھر، شاہراہِ قائدِ اعظم - لاہور پوسٹ کوڈ نمبر 54000
فیکس: 042-6370371 / 042-6373310

دعوۃ الحق

سلسلہ نشر واشاعت نمبر ۲۹۶

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

انجمن احیاء السنۃ

نام وعظ : ________ قرآن کے حقوق

تسہیل از : ________ مولانا انوار الحق صاحب مرحوم امروہی رحمۃ اللہ علیہ

واعظ اصلاحی نظر : ___ حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

ملنے کے پتے
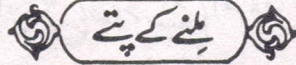
لٹریچر کی ترسیل بذریعہ ڈاک صرف ان پتوں سے ہوتی ہے۔

یادگار خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

جامع مسجد قدسیہ بالمقابل چڑیا گھر، شاہراہ قائد اعظم، لاہور۔ پوسٹ بکس نمبر: 2074

پوسٹ کوڈ نمبر: 54000 فون : 6373310 - 042

E-mail: khanqahlhr@hotmail.com

انجمن احیاء السنہ

نفیر آباد ○ باغبانپورہ ○ لاہور

پوسٹ کوڈ نمبر 54920 فون: 6551774 - 042

نگران اشاعت

ڈاکٹر عبد المقیم

خلیفہ مجاز : عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

32 - راجپوت بلاک، نفیر آباد، باغبانپورہ لاہور پوسٹ کوڈ نمبر 54920 فون: 6551774 - 042

Mob: 0300-0321-0334-0313-9489624 ,

قرآن کے حقوق

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ نَحۡمَدُہٗ وَنَسۡتَعِیۡنُہٗ وَنَسۡتَغۡفِرُہٗ وَنُؤۡمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیۡہِ وَنَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَمِنۡ سَیِّاٰتِ اَعۡمَالِنَا مَنۡ یَّھۡدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنۡ یُّضۡلِلۡہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشۡھَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ وَنَشۡھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوۡلٰنَا مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَعَلٰۤی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ

اَمَّا بَعۡدُ : فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطَانِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰھُمُ الۡکِتٰبَ یَتۡلُوۡنَہٗ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ اُولٰٓئِکَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِہٖ وَمَنۡ یَّکۡفُرۡ بِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ۔

ترجمہ: جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کو پڑھتے ہیں جیسا حق ہے پڑھنے کا۔ یہی لوگ ایمان والے ہیں اور جو لوگ کتاب پر ایمان نہیں لائے وہ ٹوٹے میں پڑ گئے ہیں۔ (یعنی خسارے میں، گھاٹے میں پڑ گئے)

اس آیت کے متعلق یہ مضامین ہیں

یہ آیت سورۃ بقرہ کی ہے اس کی دو۲ تفسیریں ہیں لیکن اتنا مضمون دونوں میں ہے کہ اس جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کے پڑھنے والوں کی تعریف کی ہے۔

اِس آیت میں گو کتاب سے مُراد توریت ہے مگر ظاہر ہے کہ توریت کے پڑھنے کی جو تعریف کی گئی ہے اس وجہ سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے ورنہ یوں تو دُنیا میں بہت سی کتابیں ہیں صِرف کتاب ہونے کی وجہ سے یہ تعریف نہیں کی گئی اور چونکہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں سے سب سے بڑھ کر کتاب ہے اِس لئے اس کا پڑھنا اور بھی زیادہ قابلِ تعریف کے ہو گا۔ کیونکہ جب درمیانی درجہ کی کتاب کا پڑھنا قابلِ تعریف کے ہوا تو اس سے بڑھیا[1] کتاب کا پڑھنا تو ضرور زیادہ قابلِ تعریف ہو گا۔ پس اِسی آیت سے قرآن پاک کے پڑھنے کی تعریف بھی بہت اچھی معلوم ہو گی چونکہ اس مدرسہ کے بارہ میں مجھے کچھ کہنا ہے اس لئے وعظ کہنے کے لئے یہ آیت زیادہ مناسب معلوم ہوئی۔

جس چیز پر ضروری چیز کا حاصل ہونا موقوف ہو وہ چیز بھی ضروری ہوتی ہے

اور ظاہر بات ہے کہ قرآن پاک کا پڑھنا بغیر اس کے، کہ اُستاد سے سیکھیں اور اس سے پڑھیں، ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ اس کا واسطہ صِرف یہی ایک ہے۔ لہٰذا سیکھنا بھی ضروری ہوا۔ دیکھئے اگر آپ باورچی کو حکم دیں کہ کھانا پکا تو اس کا مطلب صِرف یہی نہیں ہے کہ ہانڈی چولہے پر رکھ کر آنچ دے لا، بلکہ مطلب یہ ہے کہ بازار سے گوشت لا اور مصالحہ لا اور اناج لا اور پکانے کے برتن جمع کر اور آگ جلا تب ہانڈی کو آنچ دے چنانچہ جبکہ کھانا پکانے کا حکم آپ دیدیں اور جس کو حکم دیا ہے وہ ان کاموں کے کرنے میں لگ جائے تو جب تک وہ ان کاموں

[1] بہتر

میں لگا رہتا ہے یہی سمجھا جاتا ہے کہ وہ پکانے ہی کے حکم کو پورا کر رہا ہے۔ اگر اناج مثلاً نہ ہو اور بیٹھا رہے اور کھانا کھلانے کے وقت یہ عذر کر دے کہ حضور نے مجھے صرف پکانے کا حکم دیا تھا یہ نہیں کہا تھا کہ اناج بھی منگانا اور اناج تھا نہیں پھر میں کھانا کیسے پکاتا تو اس کا یہ عذر آپ ہرگز قبول نہ کریں گے کیونکہ جب کھانا پکانے کے لئے کہا گیا تو بلا اس کے پہلے اناج لا دے پھر آگ جلا دے پھر ہانڈی رکھے کھانا خودبخود کیسے پک جاوے گا یہ سب کام کرنے کھانا پکانے ہی میں داخل ہیں۔ اسی قاعدہ کے موافق جبکہ قرآن کا پڑھنا ایک ضروری چیز ٹھہرا تو اس کا سیکھنا اور اُستاد سے پڑھنا بھی ایسا ہی ضروری ہوا اس لئے کہ بغیر اُستاد کے پڑھنا آ ہی نہیں سکتا جو خوبی پڑھنے کی ہوگی وہی سیکھنے کی بھی ہوگی اور جس قدر ضرورت پڑھنے کی ہوگی اسی قدر سیکھنے کی بھی ہوگی۔ غرض قرآن شریف کا کسی اُستاد سے پڑھنا ضروری ہوا اور دیکھئے کہ حق تعالیٰ نے صرف پڑھنے ہی کا حکم نہیں فرمایا بلکہ بہت اچھی طرح پڑھنے کا حکم فرمایا ہے اور اس میں اور اس میں بڑا فرق ہے مثلاً ایک تو یوں کہیں کہ یہ کام کر لاؤ اور ایک یوں کہیں کہ دیکھو بھائی ذرا اچھی طرح سنبھال کر اس کام کو کرنا اس دوسرے لفظ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ صرف کام کرنے سے تم اس حکم کے پورا کرنے والے نہیں سمجھے جاؤ گے جب تک کہ خُوب اچھی طرح اس کام کو نہ کرو تو اس طریقہ سے جب حکم ہوتا ہے تو کام کرنے کی زیادہ تاکید ہو جاتی ہے اس لئے قرآن شریف کے پڑھنے کی زیادہ تاکید ہوگئی پھر پڑھنے کی تاکید ہو جانے سے سیکھنے کی بھی تاکید ہو گئی کیونکہ پڑھنا سیکھنے پر موقوف ہے پس اتنا سیکھنا کافی نہ ہوگا جس سے قرآن شریف پڑھ تو سکیں لیکن اچھی طرح نہ پڑھ سکیں بلکہ اتنا سیکھنا پڑے گا جس سے پڑھنے کے

سب حق اَدا ہو جاویں یعنی بہت اچھی طرح پڑھ سکیں۔

تلاوت قرآن کی حقیقت

اب یہ سمجھ لیجئے کہ پڑھنے کے حق کیا ہیں اور قرآن شریف کا پڑھنا اصل میں ہے کیا چیز؟ چونکہ قرآن شریف اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور ان کی اتاری ہوئی کِتاب ہے جِس میں وظیفے بھی ہیں اور اچھے کاموں کے حکم بھی ہیں۔ اور قصّے بھی ہیں جس سے نصیحتیں حاصل ہوتی ہیں۔ پس وہ خود بھی ہر طرح خوبیوں سے بھری ہُوئی ہے اور کلام بھی سب بادشاہوں کے بادشاہ کا ہے بلکہ اس کے لِئے صرف یہی خوبی ایسی ہے کہ جس کی وجہ سے ہم حقیر بندوں کو اس کا پڑھنا نصیب بھی ہوتا۔ کہاں اللہ پاک کا کلام؟ اور کہاں ہم بے قدر بندے؟ پس اللہ پاک کا کلام پڑھنا تو ایسا ہے جیسے اللہ پاک سے باتیں کر لیں پھر ہم اس لائق کیسے ہو سکتے ہیں کہ ان سے کلام کر سکیں۔ دیکھ لیجئے دُنیا کے ذرا ذرا سے بادشاہوں کے دربار کی حاضری کے لِئے لوگ کتنی کتنی کوششیں کرتے ہیں اور عمریں گزار دیتے ہیں جب کہیں سَلام کرنے کا موقع مِلتا ہے اور جِس کو سَلام کرنے کا موقع مِل گیا اور ایک دو بات کرنی بھی نصیب ہو گئی تو وہ اپنے آپ کو کیا کچھ سمجھنے لگتا ہے اور تمام ملک میں اس کی کیا کچھ عزّت ہو جاتی ہے۔ جب دُنیا کے بادشاہوں سے باتیں کرنے کی یہ عزّت ہے تو سب سے بڑے بادشاہ سے کلام کرنے کی کیا کچھ قدر ہونی چاہیئے دُنیا کے بادشاہوں سے کلام کرنے کی آرزو دو[2] چار[4] برس میں پوری ہوتی ہے۔ تو اللہ پاک سے کلام کرنا کچھ بھی نہیں تو دو چار سو برس کی محنت کے بعد تو نصیب ہونا چاہیئے۔ مگر نہیں کس درجہ رحمت ہے اللہ میاں کی کہ ہمارے ہاتھوں میں اپنی کِتاب دے دی اور عام طور پر اجازت دے دی کہ جس

کا جس وقت جی چاہے ہم سے باتیں کرے پھر صرف اجازت ہی نہیں بلکہ بندوں کو حکم بھی کر دیا کہ ہم سے باتیں کرو اب ہم بندے اپنی ذلت اور اللہ میاں کی عزت کی نگاہوں کے سامنے رکھ کر خیال کریں کہ یہ باتیں کرنے کی تاکید کرنا صرف ان کا فضل و کرم اور خالص عنایت نہیں تو اور کیا ہے۔ قرآن شریف پڑھنے کی حقیقت (کہ اصل میں وہ کیا چیز ہے) آپ کو معلوم ہو گئی۔

تلاوت کے حقوق ظاہری اور باطنی

اب پڑھنے کا حق اور قاعدہ بھی سمجھ لو جن کے ساتھ پڑھنے کا آیت میں حکم کیا ہے۔ وہ تین[3] قسم ہیں اوّل تو ظاہر کے درست کرنے کے متعلق ہے۔ دوسرا باطن کے متعلق ہے تیسرا جو بہت ہی کچھ باطن سے تعلق رکھتا ہے۔

قرآن کی تلاوت کی ایک مثال

اِس کو مثال سے سمجھ لو۔ اگر بادشاہ کسی کے ہاتھ میں شاہی قانون دے کر کہے کہ اس کو پڑھو تو اس کی حالت پڑھنے کے وقت یہ ہوگی کہ ہر ہر لفظ کو صاف صاف پڑھے گا کہیں ایسا نہ ہو کہ بادشاہ کو اس کا پڑھنا ناپسند ہو اور ہر لفظ کے معنی اور مطلب کو بھی سمجھتا جائے گا۔ ایک تو اس خیال سے کہ بے سمجھے ہُوئے اچھے لہجے سے پڑھا نہیں جاتا دوسرے اس خیال سے کہ شاید کہیں بادشاہ پُوچھ بیٹھے کہ کیا مطلب سمجھا تو ذلّت ہو، اور ایک حالت پڑھنے والے کی یہ ہوگی کہ دِل میں اِس سرکاری حکم پر عمل کرنے کا پکا اِرادہ رکھتا ہو گا پس یہ تین[3] حالتیں ہوئیں۔ اوّل ہر لفظ کو صاف صاف پڑھنا یہ پہلا حق ہے پڑھنے کا جو ظاہر کے متعلق ہے۔ دوسرے ہر لفظ کے معنی سمجھنا یہ دوسرا حق ہے جو باطن سے تعلق رکھتا ہے یعنی

معنی سمجھنا دِل کا کام ہے جو باطن ہے دیکھتا نہیں تیسرے عمل کرنے کا اِرادہ رکھنا یہ تیسرا حق ہے پڑھنے کا پس ایک قسم پڑھنے کے حقوق کی ظاہر سے تعلق رکھتی ہے اور دو قسمیں باطن سے سُبحان اللہ! اللہ پاک نے ہمیں ایسی عُمدہ شریعت دی کہ جس نے ظاہر کے درست کرنے کا بھی حکم دیا اور باطن کے درست کرنے کا بھی صرف بناوٹ ہی کرنے کا حکم نہیں دیا جیسے ظاہری حق بتلائے ایسے ہی باطنی بھی بلکہ باطنی کو ظاہری سے زیادہ ضروری رکھا دیکھئے ماں باپ کے ظاہری حق کو فرمایا کہ ان کے سامنے عاجزی سے رہو. کلام کرو تب عاجزی سے' اُٹھو' بیٹھو تب عاجزی سے' ہر بات میں ہر کام میں اُن کی تعظیم کا خیال رکھو یہ تو ظاہری حق ہوا باطنی حق کی نسبت فرمایا کہ یہ عاجزانہ برتاؤ صِرف اوپرے دِل سے نہ ہو بلکہ دِلی محبّت سے ہو اور جو اس سے زیادہ پوشیدہ ہے اللہ پاک نے اس کو بھی والدین کا حق ٹھہرایا ہے چنانچہ فرماتے ہیں اور دُعا کرو (اپنے ماں باپ کے حق میں) کہ اَے میرے پالنے والے رحم کیجیے میرے ماں باپ پر جیسے کہ اُنھوں نے بچپن میں مُجھے پالا ہے (اور مُجھ پر رحم کیا ہے) دُعا کرنے کو بھی ان کا حق ٹھہرا دیا کہ جِس کی ان کو خبر تک بھی نہیں ہوتی پس جو نرا باطن ہی تھا اس کو بھی لے لیا یہی خوبی ہے کلام اللہ کی کہ کوئی ضروری بات نہیں چھوڑی جاتی مگر یہ کہ اس میں کر دی جاتی ہے۔

قرآن شریف کس طرح پڑھنا چاہیئے

غرض قرآن کے پڑھنے کا ظاہری حق تو یہ ہے کہ اس کو صاف صاف پڑھے اور صاف صاف پڑھنے کا مطلب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کیا ہے کہ حرفوں کو عُمدہ کر کے پڑھنا اور جہاں جہاں ٹھہرنا چاہیئے ان موقعوں

کو پہچاننا لیکن ہم آج کل کی حالت دیکھتے ہیں کہ ہمارے امام جن کو بڑی بڑی جماعت سے چھانٹ کر امام بناتے ہیں وہ بھی قرآن شریف صحیح نہیں پڑھتے اس سے عام مُسلمانوں کے پڑھنے کی حالت کا اندازہ ہو سکتا ہے جب کہ جو لوگ امام ہیں وہی غلط پڑھتے ہیں تو عام لوگ کیا صحیح پڑھتے ہوں گے۔ اس ظاہری حق کے پورا کرنے میں ایسی کمی کی گئی حالانکہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے صحیح پڑھنے کو سکھایا تھا جِس کے موافق آج تک قاری پڑھتے چلے آتے ہیں اور حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اللہ تعالیٰ نے سکھایا تھا جِس کے موافق آج تک قاری پڑھتے چلے آتے ہیں اور حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اللہ تعالیٰ نے سکھایا تھا اس کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور مُحمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم (قرآن کے متعلق اپنا جی چاہا کچھ نہیں بولتے وہ قرآن صِرف وحی ہے جو (ان پر) بھیجی جاتی ہے) پس جبکہ یہ اللہ تعالیٰ نے سکھایا ہے تو اس بھاری مرتبہ کی نعمت کی یہی قدر ہونی چاہیئے کہ اس کو اس طرح غارت کیا جاوے کہ مُسلمانوں میں ہزار میں ایک قاری نہیں افسوس کہ اس کی طرف توجہ ہی نہیں رہی۔ اور اگر کوئی توجہ بھی کرتا ہے تو اس کی بڑی دوڑ یہ ہوتی ہے کہ ضاد اور ظاء کے پیچھے پڑ گئے۔ کہیں آپس میں لڑ جھگڑ رہے ہیں کہیں علماء کے پاس اس کے متعلق فتویٰ چاہنے کے لئے خط بھیجے جا رہے ہیں حالانکہ اس پُوچھنے سے اکثر ان لوگوں کی غرض اپنی بات کا اونچا کرنا ہوتا ہے حق کا معلوم کرنا ان کو مقصود نہیں ہوتا چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اِس قسم کے جھگڑا کرنے والے دور ہی سے فتویٰ منگاتے ہیں۔ یہ توفیق کسی کو نہیں ہوتی کہ تھوڑا خرچ کر کے کسی بڑے قاری کے پاس چلے جاویں اور اس حرف کو صحیح طور پر سیکھ لیں۔ بھلا خط کے اندر جواب دینے سے اس حَرف کی آواز کیس

طرح ٹھیک سمجھ میں آوے گی۔ کیونکہ آواز تو کاغذ پر لکھی جا ہی نہیں سکتی صرف یہ ہو سکتا ہے کہ حرف جس جگہ سے نکالا جاتا ہے اس کو لکھ دیا جاوے۔ مگر اس سے کیا ہوتا ہے گانے اور قرآت کا علم تو سُننے ہی سے آتا ہے۔ بعض لوگ قرآت نہ سیکھنے کا یہ عذر کرتے ہیں کہ ہم قاری ہونے سے رہے پھر اس کے پیچھے پڑنا ہی بیکار ہے۔ کام ہو تو پوری طرح ہو ورنہ بالکل نہ ہو۔ صاحبو! یہ نفس کا دھوکہ ہے کیونکہ اگر بہت بڑے قاری نہ ہوگے تو ضرورت کے موافق تو تم کو آجاوے گا۔

قرات حاصل کرنے میں کچھ دشواری نہیں

اور قرات سیکھنے میں دشواری ہی کیا ہے کل اٹھائیس حرف ہیں اگر ایک ایک دن میں ایک ایک حرف سیکھئے تب اٹھائیس دن میں بقدر ضروری قاری ہو سکتا ہے اور اگر یہ بھی مشکل معلوم ہو تب بھی جتنا اپنی کوشش سے ہو سکے اتنا تو حاصل کو لو اور اگر حاصل نہ بھی ہو تو ہم کو کوشش کرنا تو ضرور چاہیئے دیکھئے مال و دولت، کوشش کرنے سے ہر ایک کو حاصل نہیں ہو جاتا لیکن پھر اس کے لئے کوشش کرتے ہیں بات یہ ہے کہ شیطان نے دھوکا دے رکھا ہے جب کوئی اس کا ارادہ کرتا ہے تب وہ یہی کہہ دیتا ہے میاں قرات کہیں تُمھارے بس کی ہے جب کسی سے کہا جاتا ہے قرآن شریف صحیح کرو تو وہ کہتا ہے کہ میاں ہم بڈھے طوطے ہیں۔ اب ہماری زبان کہیں ٹوٹ سکتی ہے۔ اچھا صاحب آپ تو بڈھے طوطے ہیں بھلا اولاد نے کیا قصور کیا ہے ان کو کیوں نہیں سکھاتے یاد رکھو کہ جیسے اولاد کے اور حق آپ پر ہیں ویسے ہی یہ بھی حق ہے اگر آپ نے یہ حق ادا نہ کیا اور وہ تمام عمر قرآن شریف غلط پڑھتے رہے تو اس کا جواب اللہ تعالیٰ

کے سامنے آپ کو دینا پڑے گا لیکن افسوس کہ قرآن ہی کی طرف توجّہ نہیں اس کا پڑھنا بہت کم ہوتا چلا جاتا ہے۔ پھر قرات کیا سیکھیں گے بعضے کہتے ہیں کہ قرآن پڑھنے سے دماغ خراب ہوجاتا ہے انگریزی کے قابل نہیں رہتا۔ بعض کو مَیں نے یہ کہتے ہُوئے سُنا ہے کہ جب سمجھنے میں نہ آیا تو نرے پڑھنے سے کیا فائدہ میں کہتا ہوں کہ فائدہ کیا سمجھنے ہی سے ہوتا ہے بغیر سمجھے ہوئے نہیں ہوتا۔

یاد رکھو کہ قرآن شریف کو بے معنی سمجھے ہُوئے پڑھنا بھی فائدہ سے خالی نہیں

بلا سمجھے ہُوئے بھی فائدہ ہوتا ہے اور وہ فائدہ یہ ہے جس کی خبر حدیث میں ہے کہ ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں کیا نیکیاں ملنا فائدہ نہیں۔ دوسرا فائدہ یہ ہے جو دوسری حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جیسے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قرآن پڑھنے کو کان لگا کر سُنتے ہیں۔ جب کہ وہ اس کو خوش آوازی سے پڑھتے ہیں ایسے کسی اور کلام کو نہیں سُنتے اس سے معلوم ہوا کہ قرآن شریف پڑھتے وقت اللہ تعالیٰ بندہ کی طرف توجہ کرتے ہیں تو کیا خدائے تعالیٰ کا بندہ کی طرف توجہ کرنا کچھ فائدہ نہیں۔ اس پر ایک قصّہ یاد آیا میرے مُرشد علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ ایک بار دہلی میں ایک دوکان پر گزر ہوا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک ہجوم ہو رہا ہے۔ بہت سے آدمی جمع ہیں اور درمیان میں ایک شخص بیٹھا ہوا رسالہ "دردنامہ" (جو حضرت مُرشد کا کلام ہے) بہت شوق سے پڑھ رہا ہے حضرت بھی اس کے سُننے کو کھڑے ہو گئے اور خوش ہُوئے ایسا ہی واقعہ ایک بار پانی پت کو جاتے ہُوئے راستہ میں پیش آیا تھا۔ غرض قاعدہ ہے کہ اگر کوئی شخص کوئی کتاب بناتا ہے تو جب

دوسروں کو اِس کتاب کو پڑھتے ہُوئے دیکھتا ہے تو بہت خوش ہوتا ہے اور قرآن شریف بھی خُدائے تعالیٰ کی بنائی ہوئی کتاب ہے جب یہ پڑھا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ پڑھنے والے کی طرف توجہ کرتے ہیں کہ میرا بندہ میری کتاب پڑھ رہا ہے اگر اور کچھ بھی فائدہ نہ ہو تو یہ کیا کم ہے کہ اللہ میاں کی خوشی ہوتی ہے ذرا ذرا سے حاکموں کی خوشی کے لیے کیا کیا تکلیف اُٹھاتے ہیں اور کیا کچھ اس کے لیے خرچ کرنا پڑتا ہے کہیں ڈالیاں بھیجی جاتی ہیں کہیں دعوتیں کی جاتی ہیں اور اپنے بہت سے کام حرج کیے جاتے ہیں کیا اللہ پاک کا اتنا بھی حق نہیں۔ غرض یہ کہ بہت لوگ یہ غلطی کرتے ہیں کہ بے سمجھے پڑھنے کو بے فائدہ سمجھ کر بچّوں کو پڑھاتے ہی نہیں اگر کسی نے پڑھایا بھی تو حِفظ نہیں کرایا حفظ کرنے کا رواج ہی چھوڑ دیا حالانکہ صِرف ناظرہ پڑھا ہوا قرآن شریف بلا حفظ کیے ہُوئے اگر کچھ دِنوں کو چھوٹ جائے تو پھر دیکھ کر بھی پڑھنا مُشکل ہے۔ غرض ہر طرح سے قرآن شریف کو چھوڑ دیا۔

لوگ قرآن کو چھوڑ کر وظیفوں پر مرتے ہیں

اکثر دیکھا ہے کہ قرآن شریف کو چھوڑ کر لوگ وظیفوں پر مرتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ آدمیوں کے تابع بنانے کا وظیفہ بتائیے، کوئی کہتا ہے کہ دستِ غیب کا وظیفہ بتا دیجئے جِس کے ذریعہ سے غیب سے روپے آجایا کریں۔ کوئی کہتا ہے کہ اولاد ہونے کے لیے تعویذ کر دیجئے غرض وظیفوں کو بہت آسان پا لیا ہے۔ ساری دُنیا کے کام وظیفوں ہی سے بیٹھے بیٹھے ہو سکتے ہیں مَیں کہتا ہوں اگر یہی بات ہے تو کھاؤ بیو بھی مت نکاح بھی نہ کرو۔ نوکری چاکری کے جھگڑوں میں بھی مت پڑو وظیفوں ہی سے پیٹ بھی بھر جائے گا اور انھیں سے اولاد بھی

ہوجاوے گی اور انھیں سے گھر بیٹھے روپے بھی مِل جایا کریں گے۔

وظیفوں کی طرف رغبت اللہ کا نام ہونے کی وجہ سے نہیں کی جاتی

آپ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں تو بڑے بڑے اثر ہیں اس کے جواب میں میں کہتا ہوں کہ خوب غور کر کے دیکھ لیجئے کہ وظیفوں کی طرف رغبت اللہ کا نام ہونے کی وجہ سے نہیں کرتے بلکہ اس کا سبب صِرف کم ہمتی ہے جو لوگ شروع عمر کھیل کود میں برباد کر دیتے ہیں اور کوئی ہُنر نہیں سیکھتے جب اُنھیں خرچ کا بُوجھ خود اُٹھانا پڑتا ہے تو اس وقت افسوس کرتے ہیں کہ اس عمر میں کوئی ہُنر کیوں نہیں سیکھا جو اس وقت کام آتا اور ضرورت سر پر آہی پڑتی ہے اس لِئے چاروں طرف نظر دوڑتی ہے اور ہر کام مشکل اور طاقت سے باہر معلوم ہوتا ہے۔ پس اگر کوئی چیز آسان اور اپنے اختیار میں معلوم ہوتی ہے تو وہ عمل ہے کہ اس میں نہ کسی کی خوشامد ہے نہ کوئی امتحان دینا ہے نہ کچھ خرچ ہے صرف زبان کا کام ہے تھوڑی سی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ بس یہ وجہ ہے وظیفوں کی طرف رغبت کرنے کی اور اگر اس کی وجہ اللہ تعالیٰ کے نام کی بڑائی ہوتی تو جو سب سے بڑا وظیفہ اور سب سے زیادہ فائدہ مند عمل ہے اس کی طرف رغبت کرتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بھیجا اور اس کی تعریف کی کہ وہ دِلوں کے روگوں کو کھو دینے والا ہے اور مُسلمانوں کے رحمت ہے مگر نہیں حقیقت میں وجہ وہی ہے جو نے عرض کی اسی وجہ سے ان وظیفوں سے بھی نہیں بچتے جو شریعت کے خلاف ہیں اور جن کا کرنا گناہ ہے۔

دستِ غیب کی حقیقت

خوب یاد رکھئے کہ وظیفوں میں زیادہ پڑنے میں بہت سی خرابیاں ہیں جس کو آپ دستِ غیب کہتے ہیں۔ تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ اس سے جن تابع ہو جاتے ہیں اور روپیہ چرا چرا کر لا دیتے ہیں یہ ایسا ہے جیسے کہ چند بدمعاش کوئی شخص نوکر رکھ لے اور ان سے چوری کرایا کرے پھر اس کے گُناہ ہونے میں کیا شبہ اور اگر کوئی ایسا وظیفہ ہو کہ اس میں وہ اپنے ہی پاس سے لاتے ہوں تو یہ اُن پر زبردستی ہے کہ وظیفہ سے ان کو مجبور کر کے وظیفہ پڑھنے والے ان کا مال لے لیتے ہیں۔ اِسی طرح بہت سے وظیفوں میں خرابیاں ہیں۔ سب سے بہتر اور آسان وظیفہ تو دُعا ہے اسے کیوں نہیں اختیار کرتے اللہ تعالیٰ نے ہر جائز کام کے لئے دُعاء کرنے کی اجازت دی ہے بلکہ دُعاء نہ کرنے سے غُصّہ ہوتے ہیں اگر وظیفوں ہی کا شوق تھا تو قرآن شریف پڑھ پڑھ کر دُعا مانگی ہوتی۔ سب سے بڑا وظیفہ یہ تھا جس میں کوئی خرابی نہ تھی مگر افسوس جو لوگ قرآن شریف بھی پڑھتے ہیں ان کی نیّت درست نہیں ہوتی۔

دُنیا کے لیے وظیفہ پڑھنا کیسا ہے

ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ میں مسجد میں توبہ! توبہ! پاخانہ پھر رہا ہوں۔ یہ خواب ایک بزرگ سے بیان کیا۔ فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے تم کوئی وظیفہ دُنیا کے لئے مسجد میں پڑھتے ہو۔

دُنیا کے لِئے وظیفہ پڑھنا کم ہمتی کی وجہ سے ہے

غرض ہر کام کے لِئے وظیفوں کو بہت آسان پالیا ہے۔ اس کی وجہ صرف کم ہمتی ہے دُنیا کے لئے بڑی ہمّت کی تو وظیفے پڑھ

لئے اور دین کے لئے ہمت کی تو بُزرگوں سے کہتے ہیں کہ حضرت سینے میں سے کچھ دلوا دیجئے۔ سینہ کوئی تھیلہ ہے کہ اس میں ہاتھ ڈالا اور جو چاہا نکال کر دے دیا اور اگر دیا بھی جائے تو اسے رکھے گا کون؟ کیونکہ جو چیز بے محنت ملتی ہے اس کی قدر نہیں ہوتی جو طریقہ ہے حاصل کرنے کا اسی طرح سے حاصل کرو دُنیا حاصل کرو جائز تدبیروں سے اور دین حاصل کرو علم سیکھ کر اور اس پر عمل کر کے لیکن افسوس جو بڑا بھاری علم اور عمل کا ذریعہ ہے یعنی قرآن پاک اس کو چھوڑ ہی رکھا ہے۔

بچّہ کا نام قرآن شریف سے نکالنا

ایک اس کام کے لئے قرآن شریف رہ گیا ہے کہ جب کسی کے یہاں بچّہ ہوا تو اس میں سے نام نکال لیا کہ سات ورق اُلٹ کر ساتویں سطر میں دیکھ لیا اگر اوّل میں الف ہے تو اللہ بخش اور اگر خ ہے تو خدا بخش اور اگر ر ہے تو رمضانی اور ع ہے تو عیدو نام رکھ دیا کہ بڑے برکت والے نام ہیں کہ اللہ میاں کے کلام میں سے نکال کر رکھے ہیں۔

تیجہ میں قرآن پڑھوانا کیسا ہے

اور ایک اس کام کے لئے قرآن رہ گیا ہے جب کوئی مرا تو اس کے تیجہ میں پڑھوا دیا مٹھی مٹھی بھر چنوں کے لالچ میں قرآن شریف کی کیا گت بنتی ہے بہت سے پڑھنے والے بے وضو ہوتے ہیں بہت سے رسم کی پابندی کی نیّت سے شریک ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص نہ آئے تو اس کی شکایت کی جاتی ہے اور اگر آکر عذر کر کے چلا جائے تو شکایت نہیں رہتی معلوم ہوا کہ پڑھنے سے غرض نہیں صِرف شکایت ہٹانی ہوتی ہے۔ بہت جگہ اُجرت دے کر پڑھوایا جاتا ہے۔

حالانکہ عبادت پر اُجرت دینا لینا دونوں حرام ہیں۔

اس اعتراض کا جواب مولوی ثواب پہنچانے سے منع کرتے ہیں

آپ شاید یہ کہیں کہ مولوی ثواب پہنچانے سے منع کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ بعض وقتوں میں نماز پڑھنے سے آپ بھی تو منع کرتے ہیں حالانکہ نماز آپ کے نزدیک بھی سب عبادتوں سے بڑھ کر عبادت ہے۔ اب مَیں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ ٹھیک دوپہر کے وقت نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اور قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اور حیض کی حالت میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اور جب کہ نہانے کی حاجت ہو اس وقت نماز پڑھنا کیسا ہے؟۔ سب کا جواب آپ یہی دیں گے کہ جائز نہیں۔ مَیں کہتا ہوں کہ آپ نماز سے منع کرتے ہیں۔ بس ایسے ہی ہم بھی رسموں سے منع کرتے ہیں۔

رسمیں نہ چھوڑنے کی وجہ

جانتے سب ہیں کہ رسموں میں یہ یہ خرابیاں ہیں مگر کسی بات کا رواج پا جانے کے بعد اس کا چھوڑنا مُشکل ہوتا ہے اور یہ وجہ بھی ہے کہ رسموں میں ظاہری رونق بھی ہے اور ان کے چھوڑنے سے سادگی رہتی ہے۔ اس لِئے ان کے چھوڑنے کو نفس قبوُل نہیں کرتا۔ شادی میں ناچ گانا نہ ہو تو کہتے ہیں کہ چلو بھائی چنے پڑھ آئیں۔ یہ اللہ والوں کی شادی ہے!۔ یہ خطاب ہم کو دیا جاتا ہے۔ لیکن ہمیں تو یہ خطاب سر آنکھوں سے قبوُل ہے اور ہمارے پاس اس طعنہ کا جواب بھی ہے لیکن میں جواب دینا نہیں چاہتا کیونکہ جیسے طعنہ تمیز کے خلاف کیا ہے ایسے ہی اس کا جواب بھی تمیز کے خلاف ہے بلکہ ان لوگوں کو جواب دینے کے بدلے اپنے ہی لوگوں کو سمجھاتا ہوں

کہ تم رسموں اور سوائے اس کے اور بُرے کاموں کے منع کرنے میں سوائے اللہ پاک کی رضامندی کے اور کچھ غرض مت رکھو نفسانیت کو اس میں کچھ دخل نہ دو پھر ان شاء اللہ تعالیٰ منع کرنے ضرور اثر ہو گا کسی کے بُرے کاموں پر اعتراض کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ ہاں اتنا ہو کہ اس میں نفسانیت نہ ہو۔ ہم میں یہ مرض ہوتا جاتا ہے کہ نفسانیت کو دینداری کی صورت میں ظاہر کرنے لگتے ہیں۔

لوگ خوشامد کر کے نیک کام میں دوسروں کو شامل کرتے ہیں

آج کل دیکھا جاتا ہے کہ جس طرح منع کرنے والے دینداری کی صورت میں نفسانیت برتتے ہیں اسی طرح خوشامد کر کے لوگوں کو نیک کاموں میں شریک کیا جاتا ہے مدرسہ میں جو لوگ چندہ دیتے ہیں۔ ان کا مدرس (جو طالب علموں کو پڑھاتا ہے) اور طالبِ علم دباؤ مانتے ہیں اور ان کو سلام کرنے اور ان کا دِل خوش کرنے کے لیئے ان کے یہاں حاضری دیتے ہیں بات بات میں حد سے زیادہ ان کی تعریف کی جاتی ہے حالانکہ ان کی خوشامد کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ کچھ مدرسہ والوں کے گھر کا کام تو ہے نہیں یہ تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے یہ نہ کریں گے تو یہ کام بند ہو جاوے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں کہ اگر تم مُنہ پھیرو گے تو تمھاری جگہ دوسری قوم کو کھڑا کر دیں گے۔ مَیں یہ نہیں کہتا کہ عالموں کو حاجت نہیں ہاں اس حاجت کو کسی کے سامنے لے جانے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ تو دین کا کام ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے دین کے خود مددگار ہیں۔ مَیں بد مزاجی نہیں سکھاتا بلکہ ہر شخص کے ساتھ نرمی برتیں لیکن ان کے مال پر نظر نہ رکھیں اور کسی خاص شخص کی شرکت پر دین کا کام موقوف نہ سمجھیں البتہ ضرورت ظاہر

کر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے اور نہ رغبت دلانے میں بلکہ یہ سُنت طریقہ ہے غرض یہ کہ خوشامد نہ کرنا بدمزاجی نہیں ہے۔

بدمزاجی اور چیز ہے اور لالچی نہ ہونا اور چیز ہے

بدمزاجی اور چیز ہے اور لالچی نہ ہونا اور چیز! آج کل اس کی احتیاط بہت کم لوگ کرتے ہیں اپنی حاجت لوگوں کے سامنے لے جاتے ہیں اور اس کا خیال بھی نہیں کرتے کہ یہ اس لائق بھی ہیں یا نہیں۔ بہت سے امیر بالکل دُنیا دار ہوتے ہیں کہ جن کا سوائے گناہوں کے اور کچھ شغل نہیں ہوتا ان غرض کے بندوں کو ان کے پاس جاتے بھی شرم نہیں آتی بلکہ ان کو گناہ کرتے دیکھتے ہیں اور کان نہیں ہلا سکتے کیونکہ یہ اپنی حاجت لے کر جاتے ہیں اِس لیے انہیں اپنے کام سے غرض ہوتی ہے اور اعتراض کرتے ہوئے ڈرتے ہیں کہ کہیں خفا نہ ہو جاویں اور اگر یہ خفا ہو گئے تو پھر ہماری غرض پوری نہیں ہو سکتی۔

گُناہوں سے منع کرنا ضروری ہے اور منع نہ کرنے کا وبال

یاد رکھو جو شخص کِسی کو گُناہ کرتے ہُوئے دیکھ لے اور منع کرنے کی قدرت بھی ہو اور پھر منع نہ کرے تو وہ بھی گنہگار ہوتا ہے حدیث شریف میں قصہ آیا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ایک گاؤں کی نسبت حکم ہوا کہ اس گاؤں کو اُلٹ دو۔ اُنھوں نے عرض کیا کہ یا اللہ! ان میں ایک ایسا آدمی بھی ہے جس نے کبھی گُناہ نہیں کیا اس سمیت اُلٹ دوں فرمایا کہ ہاں اس سمیت اُلٹ دو۔ اگرچہ اس نے گناہ نہیں کیا کیونکہ اس نے آدمیوں کو گناہ کرتے دیکھا اور کبھی اس کے ماتھے پر بل نہیں پڑا اور نہ اس کو اُن پر

غُصّہ آیا۔ دیکھو اس نے گناہوں سے آدمیوں کو منع نہ کیا تھا اس وجہ سے اِس کو یہ سزا ملی۔ بعض پڑھے لِکھے کہہ دیا کرتے ہیں کہ منع نہ کرنے میں بھی مصلحت ہے کہ اِس سے چندہ لینا ہے۔ کیوں صاحب؟ کیا اس کے چندہ پر اللہ میاں کا کام موقوف ہے؟ ہر گز نہیں اللہ میاں خود ذمّہ دار ہیں۔ چھوڑو بھی کیسی مصلحت؟ ان کے کام تو اللہ تعالیٰ بناتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کام کیا بنائیں گے؟

عالموں کو بے طمع رہنا چاہیئے

مَیں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ عالموں کو بے طمع رہنے کی ضرورت ہے اسی کو چھوڑ کر اُنھوں نے اپنی قدر کھودی ہے اور طرح طرح کی خرابیاں مول لے لی ہیں۔ جب دُنیا داران سے کھنچتے ہیں تو یہ کیوں ان کی طرف جھکیں ہاں اس کی وجہ نفسانیت نہ ہو بلکہ صِرف خدائے تعالیٰ کی رضا مندی مقصود ہو خالص دِل سے اپنا کام کئے جائیں اور کسی کو کوئی دخل نہ دیں۔

آج کل ہر چندہ دینے والے کو یہ خبط ہوتا ہے کہ میری رائے کیوں نہیں لی جاتی!

دخل نہ دینے کا یہ مطلب نہیں کہ بے قاعدہ کام کریں بلکہ قاعدہ بنانے میں ہر شخص کی رائے نہ لیں اور یہ خیال نہ کریں کہ جو چندہ دیتا ہے۔ اس سے رائے بھی ضرور لی جائے۔ آج کل یہ بھی ایک خبط ہو گیا ہے کہ ہر چندہ دینے والے کو یہ حوصلہ ہوتا ہے کہ میری رائے کیوں نہیں لی جاتی۔

قرآن شریف کے نیچے سے بچّہ کو نکالنا

ایک کام عورتوں نے قرآن شریف سے یہ لیا کہ چادر میں رکھ کر دو۲ عورتوں

نے اس چادر کو پکڑ لیا اور بچے کو اس کے نیچے سے نکال دیا کہ اس کی برکت سے
سب بلاؤں سے بچا رہے گا۔ اب نہ اس پر جادو چل سکتا ہے نہ نظر لگ سکتی ہے
نہ کوئی اور آفت آ سکتی۔ یوں کہتی ہیں کہ اللہ میاں کے نام کی برکت سے جو کچھ ہو وہ
کم ہے جیسے دُعا گنج العرش کہ جو کوئی اس کو بازو پر باندھ لے نہ اس پر تلوار اثر کرے
نہ پانی میں ڈوبے نہ آگ میں جلے نہ سولی پر چڑھے بس دُعا گنج العرش باندھ کر چوری
کیا کرو خوب بے دھڑک ہو کر جو چاہو سو کیا کرو کیونکہ کوئی آفت تو آنے کی ہی نہیں۔
لاحول ولاقوۃ۔

ایک کام فوٹو کے ذریعہ سے قرآن کو بہت چھوٹا چھاپ لینا کیسا ہے

چھاپہ خانہ والوں نے قرآن شریف سے یہ لیا کہ اس کو فوٹو کے ذریعہ سے اتنا چھوٹا
کر لیا کہ بغیر شیشے کے پڑھا نہیں جا سکتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چھوٹا قرآن شریف
ایک شخص کے پاس دیکھا تو اس کو کوڑے سے مارا اور فرمایا کہ تو قرآن شریف کی
بے عزتی کرتا ہے قرآن شریف کا تو ایک ایک حرف الگ الگ اور صاف چمکتا
ہوا لکھنا چاہیئے اور اس کو بڑا کمال سمجھ کر رواج دیتے ہیں کہ لو اب تو تمام وظیفوں
اور تعویذوں کی جڑ ہی ایک تعویذ کی صورت میں آ گیا ہر شخص کو بازو پر باندھنا چاہیئے
یہ گت بن گئی قرآن شریف کی کہ تماشہ کے طور پر شیشے سے دیکھا جا رہا ہے اور جب
تمام وظیفوں کی جڑ ہی پاس ہے تو کسی آفت کا خوف بھی نہیں گناہوں پر ہمت
اور زیادہ ہو گئی گھر میں بیٹھے ہیں تب بازو پر بندھا ہے پاخانہ میں ہیں تب پاس ہے
عورت کے پاس جائیں تب ساتھ ہے۔ نہانے کی حاجت ہو تب لیے پھرتے

ہیں یہ حق قرآن شریف کا مطبع والوں نے ادا کیا۔حضرت قرآن شریف وہ چیز تھی کہ دروازے سے آتا ہوا دیکھتے تو خوف سے بے اختیار کھڑے ہو جاتے نہ یہ کہ شیشے سے اس کا تماشہ بنائیں کیونکہ تعظیم میں جیسے کہ عقیدہ کو دخل ہے ایسے ہی اس کے بڑے ہونے کو بھی دخل ہے بڑی چیز کو دیکھ کر خواہ مخواہ بھی دل میں ایک اثر پیدا ہوتا ہے۔

ایک کام قرآن شریف سے یہ لیا کہ فوٹو گراف میں اس کو بھر لیتے ہیں

ایک کام قرآن شریف سے یہ لیا گیا کہ فوٹو گراف میں سورتیں بند کی جاتی ہیں اور دو دو پیسہ لے کر سُنائی جاتی ہیں۔حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میری آیتوں سے دُنیا کا مال مت خریدو۔افسوس اللہ میاں کی آیتوں کی یہ قدر کہ کوڑیوں پر بازار میں ماری پھریں۔ دوسری یہ خرابی بھی ظاہر ہے کہ اس سے قرآن شریف کھیل بن گیا جہاں کسبیوں کے راگ بھرے ہُوتے ہیں وہاں قرآن شریف بھی ہے تاکہ جو لوگ راگ سُننے سے احتیاط کرتے ہیں وہ بھی اس ذریعہ سے راگ سُننے کے گُناہ میں شامل ہوں کہاں کسبیوں کے راگ؟ اور کہاں قرآنِ پاک؟ جہاں برہمن وہاں قصائی۔

بقدرِ ضرورت ہر ایک کو قرآن صحیح کرنا ضروری ہے

مسلمانوں سے مَیں یہ نہیں کہتا کہ سب کے سب قاری بن جائیں ہاں یہ سب کے ذمّہ ہے کہ بقدرِ ضرورت قرآن شریف کو صحیح کریں اور یہ جب ہو سکتا ہے کہ اُستاد سکھلانے والا ہو اور تجربہ سے معلوم ہے کہ خواہ سیکھنے والا تھوڑا ہی سیکھے مگر سکھانے والا پورا ہو حاصل یہ کہ قرآن شریف

صحیح کرنے کے لیے ایک قاری کی ضرورت مگر کام تو باتوں سے نہیں ہوتا جب قاری رہے تو اس کے تمام خرچوں کی ذمّہ داری بھی آپ کو ضروری ہے اور قرآت سکھانے کے لیے کچھ کتابیں بھی ضرور ہونی چاہئیں۔ پس جتنے خرچ ہوں ان کا انتظام آپ کو کرنا چاہیئے پھر اس کے دو طریقہ ہیں ایک تو یہ کہ ہر شخص کے یہاں ایک ایک قاری رہے اور ہر جگہ کتابیں اور ایک یہ ہے کہ ایک جگہ اس کا پورا انتظام کرلیا جائے اور اسی میں آسانی بھی ہے آپ کو خبر دی جاتی ہے کہ اس مکان میں جہاں آپ بیٹھے ہیں یہ انتظام کیا گیا ہے کہ اس میں قرآت سکھائی جائے اور اس کے لیے جتنے سامان کی ضرورت ہے سب اکٹھا جمع کیا جاوے قرآن شریف صحیح کرنے کی ضرورت تو ہر شخص کو معلوم ہو گئی پھر اس ضرورت کے پورا کرنے کا جو طریقہ بھی ہوتا خواہ کیسا ہی مُشکل ہوتا اختیار کرنا ضرور تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے آسان کر دی کہ اپنے کچھ بندوں کو اس طرف متوجہ کر دیا جنہوں نے اللہ میاں کا نام لے کر شروع کیا ہے مَیں کہتا ہوں کہ دین میں عجیب خوبی ہے کہ تھوڑے روپے سے بے انتہا دولت ملتی ہے کیا اچھا ہوتا کہ اس دولت کی ضرورت لوگوں کو معلوم ہو جاتی۔

جس وقت تک کسی چیز کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی اس وقت تک وہ کام نہیں ہوتا

تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک کسی چیز کی ضرورت نہیں سمجھتے اس وقت تک اس میں دیر کرتے ہیں اور جہاں ضرورت سمجھے پھر کہیں نہ کہیں سے اس کا سامان ہو ہی جاتا ہے ان آدمیوں کو دیکھئے جن کی آمدنی بہت ہی تھوڑی

ہے اگر ان سے کہا جائے کہ مسجد یا مدرسہ میں چندہ کی ضرورت ہے تو عذر کریں گے کہ ہم خود مفلس ہیں اور جب شادی ہو تو انھیں کے پاس کہیں نہ کہیں سے مال آجاتا ہے وجہ کیا ہے؟ کہ شادی کے خرچہ کی ضرورت وہ سمجھ گئے ہیں کہ برادری میں ناک کٹی ہوگی اور مسجد اور مدرسہ کے چندہ کی ضرورت نہیں سمجھتے اور مسجد اور مدرسے کی بھی ضرورت جہاں سمجھ جاتے ہیں تو خدا کا شکر ہے کہ مسلمان اس کام کی بھی پوری خبر گیری کرتے ہیں۔

چندہ دینے والوں کو کس کس چیز کا خیال رکھنا چاہیئے

چندہ دینے والوں کو دو باتوں کا ضرور خیال رکھنا چاہیئے ایک تو یہ کہ اپنی حیثیت سے کم مت دو خواہ تھوڑا دو مگر اس کو نباہ دو۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو عبادت ہمیشہ کی جاوے گو وہ کم ہو مگر اللہ تعالیٰ کو سب عبادتوں سے زیادہ پسند ہے پس جتنا دو ہمیشہ دو۔ دوسرے یہ کہ چندہ دے کر اپنے کو مدرسہ کا مالک مت سمجھو! اور مدرسہ کے مہتمم کی رائے میں دخل مت دو۔ آج کل یہ مرض بہت پھیل گیا ہے کہ ذرا سا چندہ دے کر حکومت کرنے لگتے ہیں ایک پیسہ بھی جس کا مدرسہ میں شامل ہے وہ مدرسہ کے ہر کام میں دخل دینے کو تیار ہے اور چاہتا ہے کہ میری ہی رائے مانی جاوے اور اگر بلا رائے ان کے کوئی انتظام کر لیا جاوے تو چندہ بند کر لیتے ہیں بعض لوگوں کی تو یہاں تک عادت ہے کہ خواہ مخواہ اعتراض کیا کرتے ہیں خود کوئی ٹھیک تدبیر نہیں بتلاتے اور دوسروں کی تدبیر سے جو کام ہوا اس میں عیب چھانٹتے ہیں ان کی وہ حالت ہے کہ ایک لڑائی میں بہت آدمی مارے گئے تھے اس میدان میں ہزاروں مردے

پڑے ہوئے تھے ایک صاحب ان میں سے ایسے بھی پڑے تھے کہ وہ مرے تو نہ تھے مگر زخم ایسے لگے تھے کہ اُٹھ نہیں سکتے تھے اتفاق سے لشکر کا بنیا ان کے پاس کو ہو کر نکلا۔ اُنھوں نے آواز دی کہ بھائی ذرا سُنتے جاؤ تمھارے کام کی بات ہے۔ بنیئے نے تھوڑی دور کھڑے ہو کر پُوچھا کیا ہے کہا میں تو اب مر ہی جاؤں گا میری کمر میں ایک ہمیانی ہے اسے تم کھول لو تمھارے ہی کام آ جائے گی کہیں ایسا نہ ہو کہ اور کسی کے ہاتھ پڑ جاوے۔ بنیئے لالچی ہوتے ہی ہیں یہ آگے بڑھے جب خُوب قریب پہنچ گئے تو اس زخمی نے اپنے پورے زور سے ان کی ٹانگ میں ایک تلوار ماری کہ ہڈی ٹوٹ گئی۔ اُنھوں نے کہا کمبخت تو نے یہ کیا کام کیا کہا کہ ہمیانی کہاں سے آئی کوئی ہمیانی بھی کمر سے باندھ کے لڑائی میں آتا ہے ہم اس میدان میں رات کو اکیلے پڑے رہتے۔ دوسرا یت کے لئے تمھیں بھی بُلا لیا تو وہ بنیا کیا کہتا ہے کہ اوت کا اوت نہ آپ چلے نہ اور کو چلنے دے بس یہی حال ہے ان اعتراض کرنے والوں کا کہ نہ خود چلیں نہ اور کو چلنے دیں۔ ایسے لوگوں سے کہہ دینا چاہیئے کہ ہمیں آپ کا چندہ نہیں چاہیئے۔ مہربانی فرما کر ہمارے کاموں میں خلل نہ ڈالئے ہم لوگوں کی عادت بچھو کی سی ہو گئی ہے کہ اس کا احسان یہی ہے کہ تکلیف نہ پہنچائے سو خود مدد نہ دیں مگر دوسروں کے کام کو تو نہ بگاڑیں رہا اعتراض کرنا اور عیب نکالنا سو بے عیب تو خدا کی ذات ہے جن کو عقل دی گئی ہے وہ نرے عیب پر نظر نہیں کرتے جہاں عیب و ہُنر دونوں پاتے ہیں ہُنر کی طرف دیکھتے ہیں اور عیب کو چھپا دیتے ہیں یا درستی کر دیتے ہیں۔ اور ضد کی تو بات ہی دوسری ہے مدرسہ والوں میں اعتراض پیدا ہونے کیا مُشکل ہیں جبکہ نبی علیہ السلام ہی پر اعتراض کئے گئے حدیث شریف

میں ہے کہ یہود نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے پُوچھا کہ آپ پر وحی کون لاتا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ جبرئیل علیہ السّلام لاتے ہیں۔ کہنے لگے کہ جبرئیل تو ہمارے دشمن ہیں اگر میکائیل علیہ السّلام وحی لاتے تو ہم بھی ایمان لے آتے یہ بھی اعتراض ہی تھا۔ پس اعتراضوں سے تو کوئی بھی نہیں بچا اگر مدرسہ والوں پر کیئے جائیں تو کیا تعجّب ہے؟

صاحبو! آپ کو تو دل وجان سے مدد کرنی چاہیئے نہ کہ عیب نکالنا ہاں اگر کوئی عیب آپ کے نزدیک ثابت ہو' تو اس کو اس طریقہ سے دفع کیجیئے جو اس کا قاعدہ ہے حدیث شریف میں ہے کہ ہر مُسلمان دوسرے مُسلمان کا آئینہ ہے یعنی جیسے کہ آئینہ دیکھنے والے کا عیب صرف اسی پر ظاہر کرتا ہے دوسروں سے ہرگز نہیں کہتا اسی طرح جو کوئی بھی مدرسہ کے عیب چھانٹے وہ صِرف مدرسہ والوں ہی پر ظاہر کرے پس اس سے ہم بالکل خوش ہیں اس سے مدرسہ کی درستی ہوتی ہے مگر ایسے آدمی کم ہیں آج کل تو مرض یہ ہے کہ چندہ دے کر یہ خیال ہو جاتا ہے کہ ہم مدرسہ کے مالک ہیں اور جو لوگ اس خیال سے بچنا بھی چاہتے ہیں اکثر انھیں بھی رائے دیتے وقت غلطی ہو جاتی ہے کہ عیب نکالنے کو نصیحت سمجھ جاتے ہیں پھر نصیحت کے دھوکہ سے عیب نکالنے لگتے ہیں اس سے بچنے کا طریقہ میں بتائے دیتا ہوں کہ جو بات آپ کے نزدیک اعتراض کے قابل ہو اس کو ظاہر کرتے نہ پھریئے بلکہ تنہائی میں مہتمم یا کسی مدرس سے ظاہر کیجئے اور پھر یہ انتظار نہ کیجئے کہ ہمارے کہنے کے موافق ہو جاوے اس طرح آپ نصیحت کرنے والوں میں شامل ہو جاویں گے اور عیب نکالنے کی بُرائی سے بھی بچ جاویں گے غرض یہ کہ رائے دو۔ اِنتظام میں دخل نہ دو' مدرسہ کو اللہ میاں کا سمجھ کر اس کا کام کرو' اپنا مت سمجھو' یہ وہ گُر ہے

کہ اگر اس کا سب لوگ خیال رکھیں تو کوئی بھی خرابی پیدا نہ ہو۔

جب حرف صحیح کرلیں تو پھر قرآن شریف کا ترجمہ پڑھنا چاہیئے

جب حرف صحیح کرلیں تو قرآن شریف کا ترجمہ پڑھیں آج کل اس میں بھی خبط کر رکھا ہے جب ترجمہ دیکھنے کا خیال ہوتا ہے تو ترجمہ بھی بڑے آدمی کا تلاش کرتے ہیں جیسے دُنیاوی کاموں میں مال و دولت اور مرتبہ دیکھا جاتا ہے ایسے ہی دین میں بھی بڑا آدمی ہونا دیکھا جاتا ہے خیال یہ ہے کہ ڈپٹی صاحب کا ترجمہ بھی ڈپٹی اور تحصیل دار صاحب کا ترجمہ بھی تحصیل دار ہو گا۔

قرآن شریف کا ترجمہ کرنا مولویوں ہی کا کام ہے

حالانکہ ہر کام کے لئے کچھ آدمی ہوتے ہیں کسان کسان ہی کا کام کر سکتا ہے اور بڑھئی، بڑھئی کا کام اور لوہار، لوہار ہی کام کر سکتا ہے۔ میں پُوچھتا ہوں کہ ڈپٹی صاحب اور تحصیلدار صاحب کا کام مولوی لوگ بھی کر سکتے ہیں یا نہیں جواب یہی ہے کہ نہیں کر سکتے اور مولویوں کو ان کے کام میں دخل دینا مناسب نہیں پھر ڈپٹی صاحب اور تحصیلدار صاحب کو یہ حوصلہ کیسے ہو گیا؟ کہ مولویوں کا کام کرنے لگے ان سے اپنا ہی کام خُوب ہوتا ہے اس خِدمت کو مولویوں ہی کے لئے چھوڑ دیا ہوتا۔ یہ ان کا کام نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں نے ترجمہ کرنے میں کھلی غلطیاں کی ہیں۔ قرآن شریف کے ترجمہ کرنے کو عالموں کی سی لیاقت رکھنا ضروری ہے۔ قرآن شریف میں جیسے بادشاہی شان برستی ہے ایسے ہی اس کے ترجمہ میں بھی ہونی چاہیئے۔ زبان میں بناوٹ نہ ہو۔

زنانہ پن نہ ہو جب پڑھا جاوے تو یہ معلوم ہو کہ شاہی حکم رعایا کو سنایا جاتا ہے کوئی لفظ شاہی طرز کے خلاف نہ ہو۔

سب سے بڑا حق قرآن شریف کا یہ ہے کہ اس پر عمل کیا جاوے

تیسرا حق قرآن شریف

پڑھنے کا، اس پر عمل کرنا ہے اور سب میں بڑا مقصود یہی ہے میں یہ نہیں کہتا کہ اگر عمل کرنے کی نیّت نہ ہو تو پڑھو بھی مت، پڑھو تو ضرور ہی، گو یہ بے ادبی ہے مگر میں تجربہ سے کہتا ہوں کہ دین کا علم ایسی چیز ہے کہ اگر اس کے شروع کرتے وقت عمل کرنے کی نیّت نہ بھی ہو تب بھی شروع کرنے کے بعد نیّت ٹھیک ہو جاتی ہے بلکہ وہ خود ہی ٹھیک کر لیتا ہے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ہم نے علم پڑھا تو تھا دُنیا کے لئے مگر علم نے خود ہی نہ مانا اور وہ اللہ تعالیٰ ہی کا ہو کر رہا اس لیے میں کہتا ہوں کہ اگر عمل کرنے کی ہمّت نہ بھی ہو تب بھی علم پڑھے جاؤ ان شاء اللہ ضرور عمل کرنے کی بھی ہمت ہو جائے گی۔ جب آدمی ہمیشہ بزرگوں کے قصّہ پڑھے گا تو کب تک اس پر اثر نہ ہو گا؟ مگر ہاں یہ خیال رکھو کہ گناہ کے پیچھے بھی نہ پڑ جاؤ۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قصّہ ہے کہ اُنھوں نے اپنے اُستاد سے حافظہ کم ہونے کی شکایت کی تو آپ نے جواب دیا کہ گُناہ کرنے بالکل چھوڑ دو۔ کیونکہ علم تو اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اور گنہگار پر احسان نہیں کیا جاتا۔ تجربہ کر لیجئے کہ گُناہ کرنے سے کھانے تک کا مزہ مٹ جاتا ہے۔ اگر سونے کا لقمہ بھی ہے تو مٹی سے بدتر ہو جاتا ہے۔

مدرسہ والوں کی | ہر شخص کو اپنی قدرت کے موافق مدرسہ والوں کی مدد کرنی چاہیئے

مدد کرو، کیونکہ اس سے تم بھی ان کے ثواب میں شامل ہو جاؤ گے۔ حدیث شریف میں ہے کہ نیک کام کے بتلانے والے کو بھی ایسا ہی ثواب ملتا ہے جیسا کرنے والے کو ملتا ہے۔ بتا دینا ذرا سی مدد ہے جب ذرا سی مدد کا یہ ثواب ہے تو ظاہر ہے کہ پوری مدد کرنے کا کیا ثواب ہوگا۔ روپے سے مدد کرو، ہاتھ پاؤں سے مدد کرو، بہت سے کام ایسے ہیں کہ روپے سے ہوتے ہیں اس میں روپے سے شریک ہو اور اگر کسی کے پاس روپیہ نہ ہو اور ہاتھ پاؤں سے بھی مدد نہ دے سکے تو دُعا سے مدد کرو کہ اللہ میاں اس میں کوشش کرنے والوں کی مدد فرمائیں یہ تو کہیں نہیں گیا ہے اس کو تو سب کر سکتے ہیں غرض ہر طرح سے مدد کرو یہ قرآن شریف کی خدمت ہے اگر آپ ہمّت کریں گے تو قرآن شریف کے سب حق ادا ہو جاویں گے۔ اب دُعا کرو کہ خدائے تعالیٰ اس کی توفیق بخشیں۔

(آمین ثم آمین)

ہو رہی ہے عمر مثلِ برف کم | چپکے چپکے، رفتہ رفتہ، دم بدم
سانس ہے اک رہروِ[1] ملکِ عدم[2] | دفعتاً اک روز یہ جائے گا تھم

ایک دِن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

(مجذوب رحمۃ اللہ علیہ)

---

[1] مسافر [2] آخرت

وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا (سورۃ مزمل۔۴)

برائے مہربانی خصوصی توجہ فرمائیں

"اور قرآن پاک کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھ"

- قرآن کریم کو صحیح تلفظ اور صحیح اَدائیگی (تجوید و مخارج) کے ساتھ پڑھنا ہر مسلمان مرد و عورت دونوں پر لازم ہے لیکن اس وقت اس پر توجہ نہ ہونے کے برابر ہے جس کے نتیجے میں تلاوت قرآن کریم کرنے کے باوجود اس کا صحیح حق اَدا نہیں ہوتا بلکہ تلاوت کرتے وقت بیشمار ایسی غلطیاں بھی سرزد ہو جاتی ہیں جن پر اللہ سُبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے سخت وعید آئی ہے۔

- قرآن کریم، خواہ حفظ پڑھا جائے یا ناظرہ، تھوڑا پڑھا جائے یا زیادہ، مجمع میں پڑھا جائے یا تنہائی میں، نماز میں تلاوت کیا جائے یا خارج نماز۔ ہر حال میں حروف کی صحیح اَدائیگی (تجوید و مخارج کے ساتھ) سخت ضروری ہے۔ ورنہ بعض مرتبہ معانی بھی بدل کر غلط ہو جاتے ہیں۔ مثلاً

۱۔ ح ---ھ : سُورہ الفاتحہ (اِن الفاظ کو عربی قرأت میں لحن جلی کہتے ہیں)

- الحمد "ح" سے اَدائیگی کریں تو معنی سب تعریفیں ہے۔ اور اگر "ھ" سے اَدائیگی کریں تو سب موتیں / اموات ہے۔ نعوذ باللہ

- "الرحیم" کے معنی ترس فرمانے والا۔ مگر "ھیم" کے معنی پیاسا اونٹ۔

۲۔ ق ---ک : سُورۃ الاخلاص (اِن الفاظ کو عربی قرأت میں لحن جلی کہتے ہیں)

- سُورۃ الاخلاص : اگر "قل" کو "ق" سے اَدا کریں تو ٹھیک معنی "کہو" اگر "ک" سے اَدا کریں تو معنی "کھاؤ" کے ہیں۔

- "قلب" اگر "ق" سے اَدا کریں تو معنی "دل" اور اگر "ک" سے "کلب" اَدا کریں تو معنی "کُتا" ہے۔

- اِسی طرح قرآنِ پاک پڑھنے میں زیر، زبر، پیش کی بڑی اغلاط ہوتی ہیں اور لاعلمی میں کتنا بڑا گناہ سرزد ہوتا ہے۔

- قرآن پاک کی صحیح تلاوت کے سلسلے میں لاپرواہی برتنا ایک جُرم عظیم ہے۔

دلائل اور علماء کرام سے تحقیقاً یہ ثابت ہے کہ قرآنِ پاک میں ہر کلمہ صاف صاف اور صحیح ادا ہو۔ جیسا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ترتیل سے ادا فرمانا ثابت ہے۔

- اگر ہم ایمان اور یقین کے ساتھ غور کریں تو لاپرواہی، غیر ذمہ داری سے قرآن پاک کی حق تلفی کر رہے ہیں۔ چنانچہ اگر ہم سُورۃ فاتحہ (الحمد شریف) کسی اچھے قاری صاحب کے پاس بیٹھ کر یاد کرلیں تو کافی الفاظ کی ادائیگی صحیح ہو جاتے گی۔ ساتھ ہی نماز بمعنی پڑھنے کا بھی اللہ سُبحانہ و تعالیٰ شوق نصیب فرمادیں گے۔ نماز جنّت کی کُنجی ہے۔ (حدیث پاک) تو جتنی دِلی لگن سے ہم نماز کے الفاظ کی ادائیگی سیکھیں گے اور معنیٰ سکھیں گے اُتنی زیادہ برکات اور تسلّی ہو گی اور ہم قرآنِ پاک صحیح تجوید و مخارج کے ساتھ سیکھ لیں گے اور معنی سمجھ لیں گے، اِن شاء اللہ۔

- حضور پاک صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا ارشاد ہے کہ اللہ سُبحانہ و تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کو اُسی طرح پڑھا جائے جِس طرح وہ نازل ہوا ہے۔

- چنانچہ علما نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنی تلاوت میں تجوید کے قواعد کا خیال نہ رکھے وہ نافرمانی کی وجہ سے گناہگار ہو گا۔ لہٰذا ہر مُسلمان کو اپنی وسعت کے مُطابق قرآنِ کریم کو تجوید اور اُس کے صحیح مخارج کے ساتھ پڑھنے کی کوشش کرنا ضروری ہے اور خصوصاً "لحن جلی" ("ق" کی جگہ "ک" اور "ح" کی جگہ "ھ" پڑھنا) سے بچنا ضروری ہے۔

- اللہ پاک سے گڑگڑا کر مُعافی مانگیں اور دُعا کریں کہ اللہ پاک ہمیں مُعاف فرمائے اور آئندہ سے پختہ ارادہ کریں کہ ہم قرآنِ کریم صحیح پڑھنے کی کوشش کریں گے۔ لہٰذا کسی قاری صاحب کے پاس بیٹھ کر سیکھیں بھی اور قرآن پاک کو صحیح پڑھنے کی اللہ سُبحانہ و تعالیٰ سے دُعا بھی کریں۔ آمین

ہماری درخواست ہے کہ نماز ضرور پانچ وقت کی باجماعت ادا کی جائے۔ عموماً ہمارے ہاں یہ کہا جاتا ہے کہ جلدی جلدی نماز پڑھو یا جلدی کھانا کھاؤ۔ حالانکہ یہ دونوں ہمارے لئے اتنے ضروری ہیں جن کا احساس نہیں ہوتا۔ نماز ماشاء اللہ رُوحانی غذا ہے اور کھانا جسمانی غذا ہے۔ اس لئے ہمیں چاہیئے کہ نہ صرف نماز کی پابندی کریں بلکہ تسکین دِل سے پڑھیں۔ ان کے الفاظ کی صحیح ادائیگی بھی سیکھیں اور معنیٰ بھی۔ اِسی طرح کھانا بھی اطمینان سے کھائیں۔

(۱۶۴) اَللّٰھُمَّ اٰنِسْ وَحْشَتِیْ فِیْ قَبْرِیْ

یا اللہ میری قبر میں وحشت کی جگہ انس پیدا کر دینا۔

قبر ایسا مقام ہے جس سے انسان کو اس عالم ناسوت میں وحشت ہونا امر طبعی ہے
یہاں بندے کی زبان سے دعا اس کی کرائی جا رہی ہے کہ وہ وحشت انس میں تبدیل ہو جائے

اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ بِالْقُرْاٰنِ الْعَظِیْمِ

یا اللہ مجھ پر قرآن عظیم کے طفیل میں رحم کرنا
اور اسے میرے حق میں رہبر، نور، ہدایت اور رحمت بنا دینا

وَاجْعَلْهُ لِیْ اِمَامًا وَّنُوْرًا وَّھُدًی وَّرَحْمَةً

اَللّٰھُمَّ ذَکِّرْنِیْ مِنْهُ مَا نَسِیْتُ

وَعَلِّمْنِیْ مِنْهُ مَا جَھِلْتُ

یا اللہ میں اس میں سے جو کچھ بھول گیا ہوں وہ مجھے یاد کرا دے
اور جو کچھ میں نہ جانتا ہوں وہ مجھے سکھا دے

وَارْزُقْنِیْ تِلَاوَتَهٗ اٰنَاۗءَ الَّیْلِ وَاٰنَاۗءَ النَّھَارِ

وَاجْعَلْهُ لِیْ حُجَّةً یَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ

اور مجھے اس کی تلاوت، دن اور رات کے اوقات میں نصیب کرا اور
اسے میرے لیے حجت بنا دے، اے پروردگار عالم!

قرآن کے درجات وفضائل وبرکات سب ان دعاؤں سے بالکل ظاہر ہیں، یعنی دنیا وآخرت میں
میری دلیل، میرا سہارا ــــــ یعنی اس کی بنا پر میں یہاں بھی قائم رہوں اور وہاں بھی

قبر کی وحشت کو مجھ سے دُور کر
اس اندھیرے گھر کو تو پُر نور کر

اور قرآنِ عظیم الشّان سے
اے خدا نُور و ہدایت دے مجھے

پیشوا میرا ہو قُرآنِ عظیم
اس کے باعث مجھ پہ کر رحم اے رحیم

ہو وہی میرا امام و پیشوا
ہو اسی کا نُور میرا رہنما

اور نہ ہو جو بات اِس کی مجھ کو یاد
تُو دلا دے یاد اے ربُّ العباد

جو نہ ہو معلُوم اس کا عِلم دے
پُوری نسبت ہو مجھے قرآن سے

رات دِن اس کی تلاوت ہو نصیب
اس سے ذوق و شوق و الفت ہو نصیب

اور بنا میرے لِئے اس کو دلیل
دین و دُنیا میں ہو وہ میرا کفیل
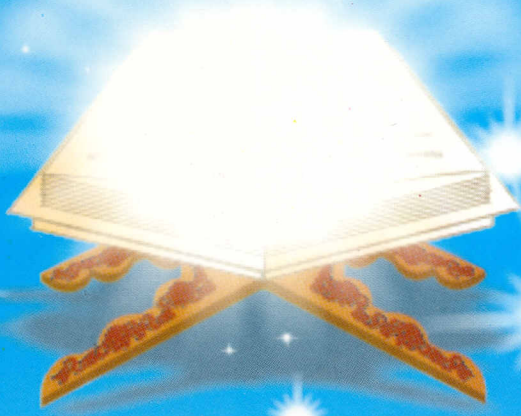
سب کے سب ہیں پاکیزہ اسلامی شعار
کیا سیاست کیا تمدن کیا متانت، کیا وقار
بختیار اغیار بھی ہیں کر کے ان کو اختیار
چھوڑ بیٹھا تو انہیں پھر کیوں نہ ہو دنیا میں خوار
مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

تمہاری قوم کی تو ہے بنا ہی دین و ایماں پر

تمہاری زندگی موقوف ہے تعمیلِ قرآں پر

تمہاری فتحیابی منحصر ہے فضلِ یزداں پر

نہ قوّت پر نہ کثرت پر نہ شوکت پر نہ ساماں پر